محمد وسیم اختر مفتی

حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۱)

نام و نسب

عبد اللہ بن عبد المطلب، عبد مناف بن عبد المطلب اور زبیر بن عبد المطلب سگے بھائی تھے۔ عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے، جب کہ حضرت علی نے عبد مناف بن عبد المطلب کے گھر جنم لیا۔ عبد مناف اپنے بڑے بیٹے طالب کے نام پر رکھی گئی کنیت ابو طالب سے مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم حضرت علی کی والدہ تھیں، وہ پہلی ہاشمی خاتون تھیں جن کی شادی ایک ہاشمی سے ہوئی۔ اس طرح حضرت علی پہلے ہاشمی الطرفین ہوئے۔ عبد المطلب (اصل نام: شیبہ) ان کے دادا اور ہاشم (اصل نام: عمرو) پردادا تھے۔ ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کے پردادا ہونے کے علاوہ حضرت علی کے نانا بھی تھے۔

حضرت علی بعثت نبوی سے دس سال قبل، ۱۵؍ ستمبر ۶۰۱ء میں مکہ کی وادی شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ یہ روایت کہ حضرت حکیم بن حزام کی طرح ان کی ولادت بھی کعبہ کے اندر ہوئی، درست نہیں۔ اگر ان کا مولود کعبہ ہونا مان بھی لیا جائے تو اس سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ خانۂ کعبہ جاے عبادت ہے، اسے ولادت کے لیے چننا رسم جاہلیت تھی۔ تب حضرت علی کے والد مکہ میں نہ تھے، ان کی والدہ نے ان کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا، لیکن جب ابو طالب واپس آئے تو علی نام پسند کیا۔ 'أسد أنا الذي سمتني أمي حيدره' (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدرہ رکھا تھا) میں ضرورت شعری کی بنا پر حیدرہ ہو گیا، بعد

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

میں حیدر بھی بولا جانے لگا۔ ابن اثیر کہتے ہیں، یہ تاویل درست نہیں، ان کی والدہ نے ان کا نام حیدرہ ہی رکھا تھا۔ بھاری گردن والے، طاقت ور ہاتھ پاؤں رکھنے والے شیر کو حیدرہ کہا جاتا ہے، المرتضیٰ کے علاوہ حیدرہ بھی حضرت علی کا لقب ہے۔ حضرت علی کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب تھی۔

حضرت علی کے سب سے بڑے بھائی طالب ان سے تیس برس بڑے تھے۔ عقیل بیس سال اور حضرت جعفر بن ابو طالب ان سے دس برس بڑے تھے۔ حضرت علی کی دو سگی بہنیں تھیں۔ حضرت ام ہانی (فاختہ بنت ابو طالب) نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، جب کہ جمانہ بنت ابو طالب آبائی دین پر قائم رہیں۔

قبول اسلام میں اولیت

علماے سیرت کا اتفاق ہے کہ سیدہ خدیجہ تمام عورتوں مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اس بات میں کہ مردوں میں سب سے پہلے کون مشرف بہ اسلام ہوا، ان کی راے ایک نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری، حضرت مقداد بن اسود، حضرت خباب بن ارت، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت زید بن ارقم کی روایت کے مطابق رسالت محمدی پر ایمان لانے والے پہلے مرد (male) علی تھے۔ مشہور روایات کے مطابق اس وقت ان کی عمر دس (یا نو) سال تھی اور وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر تب ان کی عمر تیرہ، جب کہ حسن بصری پندرہ یا سترہ برس بتاتے ہیں۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ہم عمر تھے۔ قبول اسلام کے وقت حضرت زبیر کی عمر اٹھارہ اور حضرت سعد کی سترہ برس تھی۔ واقدی کا کہنا ہے کہ حضرت علی نے بعثت کے ایک سال بعد اسلام قبول کیا۔

حضرت علی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ کچھ عرصہ قبل مکہ میں سخت قحط پڑا تو آپ نے اپنے مال دار چچا حضرت عباس سے فرمایا: ابو طالب کثیر العیال ہیں، اس دشواری کے زمانہ میں ہمیں ان کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیے۔ ان کا ایک بیٹا آپ گود لیں اور ایک میں پالتا ہوں۔ ابو طالب مان گئے اور کہا: عقیل اور طالب کے علاوہ جو بچہ لینا چاہتے ہو، لے لو۔ تب حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس اور حضرت علی آپ کے پاس آ گئے۔ بچپن نبی اکرم کی تربیت میں گزارنے کی وجہ سے حضرت علی کسی بت کے آگے جھکے نہ رسوم مشرکانہ سے دامن آلودہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو سبقت الی الایمان کی نعمت مل گئی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن منصب نبوت عطا ہوا اور منگل کے روز حضرت علی نے اسلام قبول کیا۔ دوسری

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

روایت مختلف ہے، بعثت کو ایک دن ہی گزرا تھا کہ حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو طفلانہ حیرت سے پوچھا: یا محمد، آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے پسند کیا اور اپنے رسولوں کے ذریعے سے بھیجا۔ میں تمھیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لانے اور لات و عزیٰ کا انکار کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علی نے کہا: میں اپنے والد ابو طالب سے مشورہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: علی، اگر تو اسلام نہ لایا تو اس بات کو راز رہنے دینا۔ تاہم حضرت علی ایک دن مزید غور کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔ بعد میں ابو طالب کو پتا چلا تو کہا: اپنے چچازاد کا ساتھ دو۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی حضرت ابو بکر سے پہلے اسلام لائے، لیکن حضرت ابو بکر نے ان سے پہلے اظہار ایمان کیا۔ عباد بن عبداللہ نے حضرت علی سے روایت کیا کہ میں ہی اللہ کا بندہ، اس کے رسول کا ساتھی اور صدیق اکبر ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عام مسلمانوں سے سات برس قبل نماز پڑھ لی تھی (ابن ماجہ، رقم ۱۲۰۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۵۸۴)۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ روایت کسی طور پر درست نہیں۔ ذہبی اسے باطل قرار دیتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت عمرو بن عبسہ، ابراہیم نخعی اور حضرت ابن عباس کی دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر اسی کا بیان ہے:

الثاني التالي المحمود مشهده   وأول الناس منهم من صدق الرسل

"دوسرے نمبر پر رہنے والے، پیروی کرنے والے، جن کی زندگی اور موت پسندیدہ ہے، رسولوں کی تصدیق کرنے والوں میں اول۔"

زہری، سلیمان بن یسار، عروہ بن زبیر اور سلمہ کی روایات کے مطابق حضرت زید بن حارثہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

امام ابو حنیفہ نے ان تینوں اقوال میں موافقت اس طرح کی، عورتوں میں (یا عورتوں، مردوں دونوں میں) سب سے پہلے سیدہ خدیجہ ایمان لائیں۔ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آزاد کردہ اور منہ بولا بیٹا ہونے کی وجہ سے وہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے، اس لیے سبقت الی الاسلام کی نعمت ملی۔ بچوں میں حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کنبہ میں شامل تھے، اس لیے اسلام کی طرف لپکنے کا موقع ملا۔ آزاد مردوں میں حضرت ابو بکر سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ انھیں

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسلام کی دعوت دی تو وہ بلا تردد فی الفور ایمان لے آئے (بخاری، رقم ۴۶۴۰)۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کرنے والے، اعلان نبوت کے بعد مشرکوں کے ظلم و ستم کے خلاف آپ کی نصرت و حمایت کرنے والے چچا ابو طالب آخری دم تک آبائی مشرکانہ دین پر قائم رہے اور اسی پر جان دی، تاہم آپ کی چچی، حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ انھوں نے مدینہ ہجرت کی اور وہیں ۴ھ میں وفات پائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کے طور پر اپنی قمیص انھیں پہنائی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اپنی بہو حضرت فاطمہ زہرا کے ساتھ بہت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔ حضرت علی نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ آپ فاطمہ بنت محمد کی باہر کی ضروریات اور پانی بھرنے کی ذمہ داری لے لیں، وہ گھریلو کام کاج، گندم پیسنے، آٹا گوندھنے، روٹیاں پکانے کا کام کر لے گی (المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۲۰۳۲۶)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سگے چچا زبیر بن عبدالمطلب بعثت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے نماز ادا کرنے والے حضرت علی تھے (ترمذی، رقم ۳۷۳۴)۔ دوسری روایت اس طرح ہے، مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر اسلام لائے اور سب سے پہلے حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (کنزالعمال، رقم ۳۵۶۶۴)۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مکہ کی گھاٹیوں میں نکل جاتے اور ابو طالب اور دوسرے اعزہ سے چھپ کر نماز ادا کرتے۔ ایک روز ابو طالب نے دیکھ لیا تو پوچھا: بھتیجے، یہ تم نے کون سا دین اختیار کر لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ، فرشتوں، رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اپنے بندوں کو دعوت دینے کے لیے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ سب سے زیادہ حق آپ کا ہے کہ میں دعوت ہدایت دوں اور آپ قبول کریں۔ ابو طالب نے جواب دیا: واللہ! تم میری پشت پر غالب نہ آسکو گے۔ میں اپنے اور آبا و اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا، لیکن جب تک میں زندہ ہوں، قریش تمھیں کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہہ سکیں گے۔ یہی سوال ابو طالب نے حضرت علی سے بھی کیا، انھوں نے کہا: ابا جان، میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور ان کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ابو طالب نے کہا: محمد ہمیں خیر ہی کی دعوت دیتے ہیں، ان سے چپکے رہو۔ عفیف کندی کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کے ایام حج میں ایک بار میں سامان تجارت لے کر مکہ آیا اور عباس بن عبدالمطلب کا

مہمان ہوا۔ میں ان کے پاس ہی تھا کہ ایک نوجوان آیا، طلوع ہوتے ہوئے سورج پر نگاہ ڈالی اور کعبہ کے رخ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ پھر ایک عورت اور ایک لڑکا آئے اور نوجوان کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ اس نے رکوع کیا تو لڑکا اور عورت بھی جھک گئے۔ نوجوان نے سر اٹھایا تو وہ دونوں بھی کھڑے ہوئے پھر تینوں سجدہ ریز ہو گئے۔ میں نے کہا: عباس، یہ کون سا دین ہے؟ انھوں نے جواب دیا، یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور (عنقریب) قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قبضے میں آ جائیں گے۔ یہ عورت ان کی اہلیہ خدیجہ اور یہ لڑکا علی بن ابو طالب ہیں۔ اس وقت روے زمین پر یہ تینوں ہی اس دین کے پیروکار ہیں۔ عفیف کہتے ہیں: کاش (میں اس وقت ایمان لا کر) چوتھا مسلمان بن جاتا (میزان الاعتدال: ۱۰۱۸)۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے۔ آپ صبح سویرے کعبہ جاتے اور چاشت کی نماز ادا فرماتے۔ اس وقت تو قریش کچھ نہ کہتے، لیکن جب آپ کوئی دوسری نماز پڑھتے تو حضرت علی اور حضرت زید آپ کی حفاظت کرتے۔

حضرت علی بتاتے ہیں: میں مکہ کے نواح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستے میں آنے والا ہر درخت اور پہاڑ آپ کو سلام کرتا (ترمذی، رقم ۳۷۰۵۔ دلائل النبوۃ ۲/ ۱۵۴)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت ابوذر غفاری کا قبول اسلام

بنو غفار بنو کنانہ کا ذیلی قبیلہ تھا جو مدینہ کے جنوب مغرب میں واقع وادی بدر کے قریب آباد تھا۔ راہ زنی کرنے والے اس قبیلے کے ایک نیک فطرت انسان ابوذر کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا تو مکہ کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ انھوں نے آپ کو دیکھا نہ تھا اور کسی سے پوچھنا بھی نہیں چاہتے تھے، اس لیے حرم میں آ کر بیٹھ گئے اور یہیں رات ہو گئی۔ اتفاق سے حضرت علی نے انھیں دیکھ لیا اور مسافر سمجھ کر گھر چلنے کی دعوت دی، راستے میں ان کی آپس میں کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ شب بسری کے بعد ابوذر پھر خانۂ کعبہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزرا۔ تیسرے روز حضرت علی نے انھیں پھر وہیں بیٹھے دیکھا تو پوچھا: کیا مسافر کو ابھی تک اپنی منزل کا علم نہیں ہو سکا؟ ابوذر نے کہا: اگر آپ میری رہنمائی کرنے کا وعدہ کریں تو بتا دیتا ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ یہاں ایک شخص نبی ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ حضرت علی نے کہا: آپ راہ یاب ہو گئے ہیں، میں انھی کے پاس جا رہا ہوں۔ اس طرح حضرت ابوذر دربار رسالت میں پہنچے اور سبقت الی الاسلام کا شرف حاصل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو قبول اسلام چھپا کر وطن لوٹنے اور اہل وطن کو باخبر

کرنے کی تلقین فرمائی، لیکن انھوں نے حرم میں جا کر بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھ دیا۔اس پر مشرکوں نے ان کو خوب مارا پیٹا، حضرت عباس نے یہ کہہ کر ان کی جان چھڑائی کہ یہ بنو غفار سے تعلق رکھتے ہیں اور تمھارے قافلے انھی کی سرزمین سے گزر کر شام جاتے ہیں (بخاری، رقم ۳۸۶۱۔ مسلم، رقم ۶۴۷۴)۔ حضرت ابوذر غفاری کے قبول اسلام کا واقعہ مسند احمد میں مختلف طرح بیان کیا گیا ہے۔اس میں حضرت علی کا ذکر نہیں آیا (رقم ۲۱۵۲۵)۔

آں حضور کی اپنے کنبے کو دعوت

۳/ نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا، 'وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ'، ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبر دار کرو'' (الشعراء ۲۶: ۲۱۴)۔اس بارے میں تین طرح کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔

صحاح کی روایات میں بس اتنا ذکر ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے اقارب بنو کعب، بنو مرہ، بنو عبد شمس اور بنو عبد مناف کو مخاطب کر کے آنے والے عذاب شدید سے خبر دار کیا۔ یہاں دعوت بہ عام کا بیان ہے، نہ حضرت علی کے نام کی صراحت ہے (بخاری، رقم ۴۷۷۰۔ مسلم، رقم ۴۲۱۔ نسائی، رقم ۳۶۴۷)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دوسری نوع کی روایات غیر صحاح میں ہیں۔ مسند احمد کی یہ روایت ۸۸۳ ضعیف السند ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقربا کو دعوت دی تو تیس افراد اکٹھے ہو گئے۔ خور و نوش کے بعد آپ نے ان سے پوچھا: میری طرف سے دی جانے والی دعوت دین اور جزا و سزا کے وعدوں میں میرا ساتھ دینے کی کون ضمانت دیتا ہے؟ وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا اور میرے کنبے میں میرا نائب ہو گا۔ ارشاد سننے والے ایک صحابی نے کہا: حضور، آپ تو سمندر رہتے، بھلا یہ ذمہ داری کون اٹھا سکتا تھا؟ آپ نے تمام اہل خانہ کے سامنے یہ سوال دہرایا۔ کوئی نہ بولا تو حضرت علی نے کہا: میں یہ ذمہ داری سنبھالوں گا۔

بیہقی کی دلائل النبوۃ ۲/ ۱۷۹ میں ہے: حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان الٰہی نازل ہونے کے بعد مجھے دعوت کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بکری کا گوشت رکھنا اور دودھ کا مٹکا بھر لینا۔ تمام بنو عبد المطلب کو جمع کر لینا تاکہ میں ان تک اپنی بات پہنچا سکوں۔ آپ کے چچا ابو طالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور ابو لہب سمیت چالیس کے قریب آدمی اکٹھے ہوئے، سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ بات شروع کرنے لگے تھے کہ ابو لہب مہمانوں کو لے کر اٹھ کھڑا

ہوا اور کہا: تمھارے میزبان نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: علی، کل پھر یہی اہتمام ہو، اس شخص نے مجھے بات نہیں کرنے دی۔ اگلے دن خور و نوش کے بعد آپ نے فرمایا: اے بنو کعب بن لوئی، اپنے آپ کو جہنم سے بچالو؛ اے بنو ہاشم، اپنے آپ کو دوزخ سے بچالو؛ اے بنو عبد المطلب، اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ میں تمھارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں دین حق کی طرف بلاؤں۔ تم میں سے کون اس کام میں میرا مددگار بنے گا؟ حضرت علی کہتے ہیں: سب خاموش رہے تو میں نے آپ کے ساتھ تعاون کرنے کا اعلان کیا، حالاں کہ میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۲۴۲ میں یہی روایت بیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ مسند احمد کی روایت ۱۳۷۱ میں اس دعوت کا ذکر، ملتے جلتے الفاظ میں ہے۔ محدثین نے اسے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

نوع سوم کی روایات روافض اور حدیث وضع کرنے والوں نے گھڑیں۔ ان میں حضرت علی کے وزیر، وصی اور خلیفہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی سمع و طاعت کرنے کی نصیحت کی تو آپ کے چچاؤں اور رشتہ داروں نے مذاق اڑایا اور ابو طالب سے کہا کہ لو اپنے بیٹے کی سمع و طاعت کرو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت علی سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے چچازاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کیسے بن گئے تو انھوں نے اسی واقعے کا حوالہ دیا (طبری ۱/ ۵۴۳۔ ضعیف تاریخ الطبری، محمد بن طاہر برزنجی ۷/ ۲۰-۲۲)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دعوت عشیرہ کا واقعہ ۳/ نبوی میں پیش آیا۔ تب حضرت حمزہ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ ان کی موجودگی میں نوخیز حضرت علی کی وراثت کا اعلان کرنا حقیقت نہیں ہو سکتا پھر یہ کہ وصیت مسائل میراث میں ہوتی ہے، اسلام کے دور ابتدا میں نیابت دینیہ کے اعلان کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔

ابو طالب کی وفات

ابو طالب کی وفات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا: جاؤ اور انھیں دفنا دو۔ حضرت علی نے کہا: انھوں نے تو حالت شرک میں وفات پائی ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ، ان کی تدفین کرنے کے بعد میرے پاس آنا۔ حضرت علی جب فارغ ہو کر لوٹے تو آپ نے انھیں غسل کرنے کو کہا اور ان کے لیے ایسی دعا فرمائی کہ وہ کہتے ہیں، روے زمین میں ان کے لیے اس سے بہتر کوئی شے نہیں ہو سکتی (ابوداؤد، رقم ۳۲۱۴۔ نسائی، رقم ۲۰۰۸۔ مسند احمد، رقم ۷۵۹۔ مسند ابویعلیٰ، رقم ۴۲۳۔ مصنف عبد الرزاق، رقم ۹۹۳۶)۔ دوسری روایت میں

ہے کہ سرخ یا سیاہ اونٹ ملنے پر بھی اتنی خوشی نہ ہوتی (مسند احمد، رقم ۸۰۷)۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو غسل دے کر، کفن پہنا کر دفنانے کا حکم دیا اور کچھ روز ان کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ اللہ کی طرف سے منع کر دیا گیا۔

ہجرت سے پہلے بت گرانا

وہ روایت درست نہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ قیام مکہ کے دوران میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بیت اللہ گئے۔ حضرت علی آپ کے مبارک کاندھوں پر قدم رکھ کر کعبہ کی چھت پر چڑھے اور آپ کے حکم سے لوہے کی میخوں سے نصب تانبے کے سب سے بڑے بت کو اکھاڑ کر زمین پر گرا دیا۔ بت پاش پاش ہوا تو آپ دونوں دوڑ کر قریبی گھروں میں چھپ گئے۔ وہ بت دوبارہ نصب نہ ہوا (مسند احمد، رقم ۶۴۴۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۳۸۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۸۰۶۲۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۲۹۲)۔ یہ واقعہ حقیقت نہیں ہو سکتا، کیونکہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ نے ایسا کوئی اقدام نہیں کیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ روایت کی سند تو بھلی لگتی ہے، لیکن متن منکر، یعنی لائق انکار ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حج کے دنوں میں قبائل عرب کو دعوت دینا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ اپنی دعوت عرب کے دیگر قبائل کو پیش کریں۔ چنانچہ آپ حج کے دنوں میں منیٰ کو نکل جاتے، حضرت ابو بکر اور حضرت علی آپ کے ساتھ ہوتے۔ حضرت علی فرماتے ہیں، اس کار خیر میں ہمیشہ ابو بکر آگے آگے ہوتے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

ایک طویل عرصہ اہل مکہ کی ایذائیں سہنے کے بعد مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم مدینہ پہنچے پھر حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت بلال نے ہجرت کی (بخاری، رقم ۳۹۲۵)۔ ان کے بعد حضرت ابو سلمہ، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابو حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن جحش نے طیبہ کا رخ کیا۔ حضرت عمر بیس افراد کے قافلہ کے ساتھ مدینہ آئے۔ آخر کار حضرت ابو بکر، حضرت علی اور وہ صحابہ مکہ میں رہ گئے جنھیں قریش نے محبوس کر رکھا تھا۔

حضرت ابو بکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت مانگتے تو آپ جواب دیتے، جلدی نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تمھارا کوئی ساتھی بنا دے، یعنی آپ خود حضرت ابو بکر کے ساتھ مل کر مکہ سے روانہ ہوں۔ آپ کو ہجرت کا اذن تب ملا جب قریش نے آپ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ دار الندوہ (دار قصی بن کلاب) میں قریش کے سرداروں کا اجتماع ہوا، عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، طعیمہ بن عدی، جبیب بن مطعم، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوبختری، ربیعہ بن اسود، حکیم بن حزام، ابوجہل، نبیہ، منبہ اور امیہ بن خلف شریک ہوئے۔ ابلیس ایک بوڑھے نجدی سردار کی ہیئت میں شامل تھا۔ ابلیس کی رہنمائی اور ابوجہل کے مشورے سے طے ہوا کہ قریش کا ہر ذیلی قبیلہ اپنا ایک نوجوان دے گا اور یہ سب مل کر آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیں گے۔ اس طرح کسی قبیلے پر انفرادی ذمہ داری نہ آئے گی اور بنو عبد مناف کے لیے سب قبائل سے بدلہ لینا ممکن نہ ہو گا۔ اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ میری سبز (حضر موت کی بنی ہوئی) حضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، تمھیں ان کی طرف سے کوئی ایذا نہ پہنچنے پائے گی۔ یہ ارشاد بھی فرمایا: ہمارے جانے کے بعد مکہ میں رہنا اور لوگوں کی پڑی ہوئی امانتیں لوٹا کر ہی مدینہ آنا۔ امر ہجرت تب تک مخفی تھا، حضرت علی اور حضرت ابو بکر کے کنبے کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔ رات ہوئی تو قریش گھر کے باہر جمع ہو کر آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے۔ آپ گھر سے نکلے، سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے مٹھی بھر خاک مشرکوں کے سروں پر پھینکی اور مدینہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ اور حضرت ابو بکر اکٹھے عازم ہجرت ہوئے، تاہم یہ شاذ روایت بھی موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ابو بکر آئے اور حضرت علی نے انھیں غار ثور کی طرف بھیجا۔ دشمنوں کو آپ کے مکہ سے نکلنے کی خبر ہی نہ ہوئی، کسی راہ گیر نے پوچھا: کس کا انتظار کر رہے ہو؟ جواب دیا: محمد کا۔ اس نے کہا: وہ تو جا چکے ہیں۔ انھوں نے حضرت علی کو آپ کی چادر اوڑھے بستر پر دیکھا تو سمجھے کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور اس شخص نے جھوٹ بولا ہے۔ رات بیت گئی، صبح ہوئی، تب حضرت علی سے پوچھا: انھوں نے کہا: تم نے ان کو جانے کو کہا تھا، اس لیے وہ چلے گئے ہیں۔ مشرکین نے ان کو مارا پیٹا اور کچھ دیر قید میں رکھ کر چھوڑ دیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے: 'وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ'،

”یاد کریں وہ وقت جب کافر آپ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا آپ کو سرزمین مکہ سے باہر نکال دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔ اور اللہ ہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے“ (الانفال ۸: ۳۰)۔

حضرت علی نے مکہ میں تین دن قیام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امانتیں واپس کر کے وہاں سے نکل آئے، رات کے وقت سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔ ربیع الاول ۱۳/ نبوی میں عوالی مدینہ (قبا) پہنچے تو حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہیں سکونت رکھتے تھے۔ مسلسل سفر کی وجہ سے حضرت علی کے پاؤں سوج چکے تھے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ وہ چلنے پھرنے سے قاصر ہیں تو خود ان کے پاس تشریف لائے، گلے لگایا اور اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں پر لگا کر ملا۔ حضرت علی کی تکلیف ایسی زائل ہوئی کہ پھر کبھی نہ ہوئی۔ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم اور ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ نے حضرت علی کے ساتھ سفر ہجرت کیا، درست نہیں۔

قبا میں اپنے چند روزہ قیام کے دوران میں حضرت علی نے دیکھا کہ ایک عورت اکیلی رہ رہی ہے۔ اس کا خاوند نہیں، لیکن ایک شخص روزانہ آتا ہے اور اسے کچھ دے کر چلا جاتا ہے۔ انھوں نے حیرت سے پوچھا تو اس نے بتایا، یہ سہل بن حنیف ہیں۔ اپنی قوم کے بت پاش پاش کر کے میرے پاس لے آتے ہیں تاکہ میں انھیں ایندھن کے طور پر استعمال کروں۔ حضرت علی عراق میں حضرت سہل کی وفات کے بعد بھی اس بات کا تذکرہ کرتے رہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح (بخاری، شرکۃ دار الارقم)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، سیرت النبی (شبلی نعمانی)، تاریخ اسلام (اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)، رسول رحمت (ابوالکلام آزاد)، قصص النبیین (ابوالحسن علی ندوی)، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (البانی)، اسمی المطالب فی سیرۃ علی بن ابی طالب (علی محمد صلابی)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: مرتضیٰ حسین فاضل)، سیرت علی المرتضیٰ (محمد نافع)۔

[باقی]